منیر الاسلام
پی ایچ ڈی اسکالر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
ڈاکٹر نذر عابد
صدر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ضیاء جالندھری کی شاعری میں ذائقاتی پیکر تراشی

Munir ul Islam
Ph.D (Urdu) Research Scholar, Hazara University Mansehra
Dr. Nazar Abid
Head of Department (Urdu), Hazara University Mansehra

Gustatory Imagery in the Poetry of Zia Jalandhri

Zia Jalandhri is one of the famous poets of the modern period of Urdu poetry. Besides other poetic features, his poetry contains excellent example of imagery. Different forms of imagery can be seen in his poetry and he has successfully showed his artistic skills with regard to imagery. One can find various types of imagery in his verses i.e. visual imagery, auditory imagery, olfactory imagery, tactile imagery. His many poems and verses contain good examples of gustatory imagery, Imagery that engages the sense of taste. This aspect of his imagery has been analyzed and discussed in this research article.

Keywords: *Famous, Modern, Urdu Poetry, Poetic, Imagery, Artistic.*

امیجری تخلیقی اذہان کے اظہار کا ایسا قرینہ ہے جو شاعر کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ نئے نئے الفاظ و معانی کا سراغ لگائے اور اپنے تخلیقی تجربات کی باز آفرینی کرتا رہے۔ یہ ایک ایسا سحر آفرین عمل ہے جس میں فنکار کی تخلیقی صلاحیتوں کی بدولت نہ صرف اس کی تخلیقات کے درون سے جمالیاتی شعور جھلکتا نظر آتا ہے۔ بلکہ پیکروں کی کثیر الجہاتی صفات اور تخلیق کار کے تخلیقی سرچشموں کی بازیافت بھی ممکن ہو جاتی ہے۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

امیجری تخلیقی عمل کا وہ زاویہ ہے جو مختلف فنون کی تدوین اور تزئین کا اساسی محرک ہے دیگر فنون کی نسبت شاعری میں یہ تخلیقی عمل زیادہ شدت و تابانی کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ یہ قاری کو دعوت دیتا ہے کہ وہ فن پارے کی تہہ میں ڈوب کر پس پردہ تخلیق تک رسائی حاصل کرے۔

امیجری امیج کی وضاحت کا دوسرا نام ہے۔ خواہ یہ رنگوں کے ملاپ سے ہو یا حروف کی کانٹ چھانٹ سے ہو یہ تہذیب کے اشارات و علامات کی شکل میں ہو یا آواز و آہنگ یا بات چیت سے، مختصراً ہر عمل اظہار کے لیے زبان کا محتاج ہے۔

انسان کو ودیعت شدہ حسوں میں زیادہ لطیف، پر تسکین اور پر لذت حسِ ذائقہ ہے۔ جو زبان یعنی چکھنے سے متعلق ہے۔ زبان کی بدولت انسان بات چیت کے علاوہ مزہ، بے مزہ، کڑوی، میٹھی اور لذت بھری کیفیات محسوس کرتا ہے۔ اور طرح طرح کے ذائقوں کے مابین تفریق کرنے کا اہل ٹھہرتا ہے۔ انسان کی یہی حس جو اسے لذت و سرور سے آشنا کرتی ہے اس کو حسِ ذائقہ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ عطیہ خداوندی ہے جس کے ذریعے زبان کے لمس سے کسی بھی چیز کے فوری تاثر اور ذائقے کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ ہونے کے احساس اور کیفیت سے ادراک کی مختلف صورتیں سامنے آتی ہیں۔ شاعر چونکہ دیدہ بینا رکھتا ہے وہ تخیل کے ذریعے ایسے نقوش تیار کرتا ہے جو حسوں کے تحرک کا باعث بنتے ہیں۔ حسیات کی اسی صورت گری کے متعلق نعیم بزمی کا کہنا ہے:

"امیجری میں حواس اہم کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ شاعر اپنے تجربات محسوس ذریعے سے روشناس کرانے کا متمنی ہوتا ہے"(۱)

لفظی تصویر تراشی کے دوران میں دیگر حسیات کے شانہ بشانہ ذائقاتی حس بھی شریک ہو کر پر تاثیر نمونے تخلیق کرتی ہے اور ذائقہ کو مہمیز دینے کا باعث بنتی ہے۔

شعری روایت کے حوالے سے بیسویں صدی میں تخلیقی ہنر کاری اور فنی چابک دستی کے ذریعے جو شخصیات مشہور ہوئیں ان میں ایک توانا نام ضیاء جالندھری کا ہے۔ جو تخلیقی فنکاری خاص کر پیکروں کی تشکیل میں خاص مقام رکھتے ہیں۔

اوائل ہی سے ضیاء جالندھری کا تعلق حلقہ اربابِ ذوق سے رہا۔ وہ ان جدید اردو شعراء میں گنے جاتے ہیں جو خاص کر نظم میں نئے تجربات کے بانی ہیں ان ضمن میں ڈاکٹر نوازش علی یوں لکھتے ہیں:

"ان کے ہاں روایتی مضامین کو جدید لب و لہجہ میں پیش کرنے کی وافر صلاحیت ملتی ہے"۔(۲)

ضیاء جالندھری کے موضوع کے ساتھ ساتھ مضمون آفرینی کیفیت میں بھی ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے داخلی دنیا کے تجربات خارجی عوامل سے ہم آمیخت کر کے الفاظ و معانی کی ایک ایسی دنیا دریافت کی ہے جہاں تہذیب و تمدن اور مظاہر کائنات اور کردار اپنے خاص پیکری رنگ میں جلوہ افروز دکھائی دیتے ہیں۔

ضیاء جالندھری نے خواس خمسہ پر اثر انداز ہونے والی خوبصورت شعری تصویریں تخلیق کی ہیں یہ تصویریں صاف اور فہم آموز ہیں۔ کہیں بھی قاری ٹھوکر نہیں کھاتا اور کہیں بھی کوئی تصویر دوسری تصویر میں ضم نہیں ہوتی۔ بیشتر جگہوں پر مرکب تمثالیں بھی پائی جاتی ہیں اور وہ بھی اتنی مربوط ہیں کہ تخلیق و فن کا معجزہ لگتی ہیں۔

ضیاء جالندھری کا محسوس انداز کائنات کے شعور اور حیات کائنات کے احساس سے عبارت کلام انفرادی تاثیر رکھتا ہے۔ انہوں نے اپنی ذہنی بالیدگی سے کام لے کر تخیل کے زاویوں سے شعری روایت کو استحکام بخشا اور امیجری کے نئے در وا کیے۔ اسی لیے ان کا کلام ارتفاعِ معانی اور دیرپا تاثیر کا حامل ہے۔

ضیاء جالندھری کی شاعری میں حسیاتی تحرک سے بننے والے تصویری پیکروں کی وافر تعداد موجود ہے ۔اپنے تخلیقی ہنر سے وہ ان پیکروں میں نئی روح پھونکتے ہیں جس سے پڑھنے والا حس ذائقہ سے لذت آمیز کیفیت حاصل کرتا ہے۔ضیاء جالندھری کے ان مصرعوں میں ذائقہ کی تحریک کا انداز کتنا اچھوتا ہے:

"آہ وہ ملاقاتیں
شہد سی تری باتیں
تتلیاں مرے ارماں"(۳)

نظم کے اس ٹکڑے میں ضیاء جالندھری نے محبوب سے ملاقات کے خوبصورت لمحات کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے جہاں وہ محبوب کی گفت و شنید کو شہد سے مشابہ قرار دیتا ہے۔ پڑھنے والا اس کی مٹھاس کا ذائقہ محسوس کرتا ہے اور اس سے خوب محظوظ ہوتا ہے۔ اس طرح تجریدی امیج کی شکل میں شہد کا ذائقہ اس کی حس میں ثبت ہو جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر ایسے ہی پیکر سے قاری کی ذائقاتی حس کو یوں جھنجھوڑا ہے:

"دیکھے اور نہ مانے
پیاسا بس کو امرت جانے"۔(۴)

یہ مصرعے دو الگ الگ کیفیات میں ذائقاتی حس کو متحرک کرتے ہیں۔ ایک پیکر بس جو فطری طور پر مائل بہ کڑواہٹ ہے۔ یہاں شاعر کا کمال فن ہے کہ اس نے مختلف کیفیات سے نظریہ ضرورت کو اجاگر کیا ہے۔ بعد کا مصرع امرت کی صورت مٹھاس پر مبنی ایسا نقش ابھارتا ہے جو حسی سطح پر ذائقہ کی فعالیت کا کام کرتا ہے۔

من حیث المجموعہ شاعر نے پیاس کی کیفیت پیدا کر کے کڑوے اور میٹھے احساس والے امیجز سے پڑھنے اور سننے والوں کی حس ذائقہ کو جگا دیا ہے۔ ایسے ہی پیکر ایک دوسری جگہ یوں تشکیل پاتے ہیں:

"مگر وہ پھول اب دمکتے پھل تھے
جو ریشے ریشے میں رس لیے شاخ شاخ پر تمتما رہے تھے
یہ پھل تھے ان کو ہوا کی موجیں کبھی پریشاں نہ کر سکی تھیں
بہار کی منتشر نگاہیں
اب ایک مرکز پہ آگئی تھیں"۔(۵)

نظم کا یہ حصہ حسیات کی سطح پر رنگا رنگ پیکروں کا منبع ہے۔ پھل ذائقہ کی کیفیات کو پیدا کرنے کا باعث ٹھہرتا ہے۔ یہ رس اور لذت کو شدت کے ساتھ ابھار کر محسوسات کی دنیا میں حس ذائقہ کے تحرک کا ذریعہ بنتا ہے۔ آنے والے مصرعوں میں پھل بظاہر بہار یہ کیفیت کے عکاس ہیں۔ ذائقاتی سطح پر جملہ ذائقے یکجا ہو کر قاری کو مٹھاس بھرا احساس دلاتے ہیں یوں یہ ذائقے اسے لذت سے آشنا کرا دیتے ہیں ایسی ہی کیفیت دوسرے مقام پر ذائقاتی حس کو یوں استعمال میں لاتی ہے:

"اس آرزو میں کہ اپنے سینے کا بوجھ پل بھر اتار پھینکوں
میں اپنی ہر شام قہوہ خانوں میں کاٹتا ہوں
یہ قہوہ کڑوا سا ہے مری سوچ کی طرح پھر بھی پی رہا ہوں
یہ قہوہ خانوں کا شور شاید کبھی مجھے خود میں جذب کر لے
میں اپنی تنہائیوں کو قہوے کی پیالیوں میں ڈبو رہا ہوں"(۶)

نظم کے یہ مصرعے شاعر کی باطنی کیفیات کے عکاس ہیں۔ یہاں قہوہ خانوں کے الفاظ میٹھے یا کڑوے ذائقے کا تاثر ابھرتا ہے بعد کے مصرع میں کڑواہٹ کے کلیدی امیج کو شاعر اپنی سوچ کے ہم پلہ اور مشابہ کہہ کر اس کی کڑواہٹ قاری کو محسوس کراتا ہے۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

شاعر کا کمال ہے کہ انھوں نے ان کیفیات کو مہارت کے ساتھ لفظوں کے ذریعے ذائقاتی پیکروں میں ڈھال دیا ہے۔

"امڈ امڈ بدلیوں نے لہراتی ہنستی کرنوں کا رس
سیاہ ہونٹوں سے پی لیا ہے
برس برس بوندیوں نے ان وادیوں کی ہریاد میں کچھ ایسے
نکھاری ہیں"۔(۷)

نظم کا یہ حصہ شروع ہی تجرید کی تجسم کے ساتھ بصری اور سمعی پیکروں کے ذریعے بہاریہ منظر سے ہوتا ہے جہاں امتزاجی امیجری کے ساتھ تجریدی امیج ابھارے گئے ہیں۔ کلیدی امیج نقرئی رس ذائقاتی حس کے بیدار کرنے کا سامان بنتا ہے۔ اگلے مصرع میں سیاہ ہونٹوں سے پی لینے سے ایک اور پیکر وجود پاتا ہے جو حس ذائقہ کو دعوت شمولیت دینے کے ساتھ بصری امیج ابھارتا ہے اور ساتھ ہی ذائقاتی پیکر بھی تکمیل پاتا ہے۔ ضیاء جالندھری ذیل میں کیسے حسین پیکر تراشتے ہیں:

"جھکی آنکھوں میں شبستاں کی رسیلی رسمیں
ان گنت رنگ گھلے جاتے ہیں سب آپس میں"۔(۸)

یہ مصرعے فن شاعری کا کمال ہیں کہ شاعر نے جہاں تجرید کی تجسیم کی ہے وہاں رسموں کو رسیلی کہہ کر حس ذائقہ کو مرتعش کر دیا ہے۔ نیند بھری خماری آنکھوں میں یہ کیفیت قاری کو واضح محسوس ہوتی ہے۔ تجریدی امیج رسیلی رسموں جیسے الفاظ حس ذائقہ پر ابھرنے والے امیج کو اس سارے منظر پر حاوی کر دینے کا سبب ہیں جو شاعر کی عالی تخیل کی دلیل ہے۔

ضیاء جالندھری اپنی شاعری میں زندگی کے نشیب و فراز اور اقدار کے انتشار کے علاوہ حسین قدرتی مناظر، خوب صورت اور دلکش کیفیات اور انسانوں کے رویوں کی تبدیلی سے پیدا ہونے والے کرب کا بھی احاطہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے اکثر مقامات پر علامتی رنگوں کے سہارے بھرپور پیکر تراشی کرتے ہیں۔ ضیاء کی اس خصوصیت کے متعلق شہناز رضوی لکھتی ہیں:

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

"ضیاء جالندھری نے جدید عہد کی کھوکھلی زندگی، انسانی بے حسی، مطلب پرستی اور انسانی مستقبل سے مایوسی ایسے موضوعات پر بھی طبع آزمائی کی ہے"(۹)

ضیاء جالندھری اعلیٰ فکر اور خوبصورت احساس کے مالک شاعر ہیں جو لفظی پیکر تشکیل دینے میں متخیلہ کو بروئے کار لانے کا ہنر جانتے ہیں۔ ان کے تخلیق کردہ پیکر معنویت کے اعتبار سے داخل اور خارج سے منسلک ہوتے ہیں اور کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے فکر و نظر کے نئے دروازے کھولتے ہیں۔ ایسے ہی پیکر وہ یوں تخلیق کرتے ہیں:

"ہوائیں مسموم ہو چکی ہیں
شجر پھلوں سے لدے ہوئے ہیں لیکن
جڑوں کا زہر ان پھلوں کے ریشوں تک آ گیا ہے"۔(۱۰)

یہاں شاعر نے مختلف قسم کے پیکروں کا سامان کیا ہے۔ پھل اور شجر بصری نوعیت کے امیج ابھارتے ہیں لیکن لفظ پھل کے ذکر سے اس کی مٹھاس اور لذت بھری کیفیات کا بھی احساس ہوتا ہے۔ یہ مٹھاس قاری کو اپنے منہ میں گھلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ آخری مصرع میں زہر کے ذکر سے کڑوا اور تلخ ذائقاتی امیج ابھارا گیا ہے۔ شاعر کی کمال فن کاری سے کڑواہٹ کو تخیل کی سطح پر قاری کو محسوس کراتے ہوئے اچھوتے امیج تخلیق کرتا ہے۔ ضیاء کی طرح ان کا محبوب بھی میٹھے بول اور لب و لہجے کا مالک ہے۔ اس شعر میں اس کا انداز دیکھیں:

"اس کی گفتار نے چھوڑا نہ کہیں کا ہم کو
ذائقہ شہد سا تھا اور اثر سم کی طرح"۔(۱۱)

اس شعر میں بھی شاعر نے فنی دسترس کا ثبوت دیتے ہوئے سمعی امیج سے ذائقاتی پیکر ابھارا ہے۔ اور کردار اور گفتار میں تضاد اور منافقانہ رویوں کو اجاگر کیا ہے۔ "شہد، شیرینی اور مٹھاس جیسی کیفیات سے زبان کو مٹھاس سے ہم کنار کرتا ہے اور سم (زہر) کڑوے اور ناپسندیدہ ذائقے کا باعث بنتا ہے۔ ایک اور مقام پر ضیاء جالندھری نے ذائقاتی پیکر یوں ابھارے ہیں:

"اقدار کی شکست کا غم اتنا تلخ ہے
خواب و خیال میں بھی حلاوت نہیں رہی"۔(۱۲)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

اس شعر میں زندگی کی شکستہ اقدار کے ملال کی عکاسی ذائقاتی امیجری میں کی گئی ہے۔ یہاں لہجے اور غم کا تلخ پن حس ذائقہ پر کڑواہٹ کے اثرات چھوڑتا ہے جس میں معاشرتی بے حسی تصویر میں ابھرتی ہے۔ تلخی اور مٹھاس تجریدی نوعیت کے پیکر ہیں۔ آخری مصرعے میں خواب و خیال کی حلاوت ایسا تجریدی امیج ہے کہ مٹھاس اور اس کا ذائقہ زبانوں کو میٹھے احساس سے روشناس کراتا ہے۔

شاعر اور ایک عام آدمی کے جذبات، احساسات اور مشاہدات بہت مختلف ہوتے ہیں۔ عام آدمی کا مشاہدہ سرسری ہوتا ہے جب کہ شاعر ہر شے کو گہری نظر سے دیکھتا ہے اور عمیق مشاہدے سے ہر چیز کو نئے زاویے سے پرکھ کر ایک نیا رخ دیتا ہے۔ اس کا یہ عمل معانی و مفاہیم میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔ ضیاء جالندھری حسیات کے تحرک اور عالی تخیل سے چیزوں اور ماحول کو ایسے زاویے مہیا کرتے ہیں کہ وہ قاری کو متوجہ کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ ذیل میں ایسی ہی مثال حس ذائقہ کے ارتعاش کا سبب بنتی ہے۔:

"ہر ایک شاخ کے ہاتھوں میں خار تشنہ و تیز
کسیلے، کڑوے، زبوں ذائقہ ثمر اس کے"۔ (۱۳)

ضیاء جالندھری نے ان مصرعوں میں ایسے دلکش پیکر تشکیل دیئے ہیں جن کے ذریعے قاری پھلوں کے ذائقوں کو محسوس کرتا ہے۔ خار تشنہ سے پہلا امیج پیاس ابھرتا ہے۔ جو بصارت اور لمس کی حس کو حرکت میں لاتا ہے دوسرا مصرع کڑوے کسیلے ذائقوں والے پھلوں کے بیان سے تلخی اور کڑواہٹ کے ملے جلے اثرات سے ذائقاتی پیکر خلق ہوئے ہیں۔ یہ تجسیم شاعر کے تجربے کی بازیافت کا باعث ٹھہرتی ہے۔

ضیاء جالندھری حیات کے ہر دو پہلوؤں کی تصویر کشی کرتے ہیں وہ ایک طرف زندگی کی رنگینیوں کو حسین پیکروں میں ڈھالتے ہیں تو دوسری طرف اس کے عارضی پن کو خواس خمسہ کو متاثر کرنے والے پیکروں کا روپ دیتے ہیں۔

ضیاء جالندھری کے کلام میں فطرت اور دلکش نظاروں سے معمور تمثالیں جلوہ افروہوتی ہیں اور زندگی کا ہر رنگ حسین پیکروں میں ڈھلا ہوا ملتا ہے۔ ڈاکٹر محسن عباس لکھتے ہیں:

"ضیاء جالندھری نے بھی سادہ الفاظ کے ساتھ مغربی طرز فطرت نگاری میں اپنے یہاں کی تشبیہات، استعارے اور امیجری شامل کرکے اپنا خاص رنگ وضع کیا ہے"۔ (۱۴)

ضیاء جالندھری نے اپنے کلام میں جہاں دوسرے حواس کو پیکروں میں ڈھالا ہے وہاں حس ذائقہ کے متاثر کن پیکر بھی تخلیق کیے ہیں۔ بے شمار مقامات پر ماحول یا اشیاء کے توسط سے خلق ہونے والے پیکر مقدار میں کم سہی لیکن معیار میں بہت بلند پایہ ہیں جن سے قاری لذت کشید کرتا ہے۔

زندگی کی چکاچوند کو دیگر شعراء کی طرح ضیاء جالندھری نے بھی پیکروں کے روپ دیا ہے اور ساتھ ہی اس کی بے ثباتی سے بھی صرف نظر نہیں کیا اور اس بے ثباتی کو ذائقاتی سطح پر انھوں نے مخصوص انداز میں تصویر کیا ہے۔ مثال ذیل کا شعر ہے۔

"جو ہو سکے تو نچوڑ ایک ایک آن کا رس
سدا یہ پھول نہ پھل کل من علیھا فان(۱۵)

ضیاء جالندھری نے دنیا کی بڑی حقیقت فنا کو موت کی صورت میں ذائقاتی پیکروں میں واضح کیا ہے۔ پھول، پھل اور ان کا رس حس ذائقہ کے بیدار کرنے کا وسیلہ ٹھہرتے ہیں۔ حسیات کی سطح پر ان پیکروں کی تشکیل کے درپردہ فنا کا تصور حقائق کے ساتھ موجود ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ دیگر حسیات کی امیجری کے مقابلے میں ذائقاتی امیجری کے نمونے مقدار میں کم تخلیق ہوتے ہیں۔ اس حس کا دائرہ کار خاص مواقع اور تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے اس لیے اس کا تجرباتی دائرہ کار بھی قدرے محدود ہوتا ہے۔ اگرچہ ضیاء جالندھری نے بھی حالات وواقعات، منظر وماحول اور اشیاء سے ذائقاتی پیکر کم ہی تخلیق کیے ہیں مگر یہ پیکر معیار کے لحاظ سے بلند اور اچھوتے ہیں۔

ضیاء جالندھری نے منفرد اسلوب، موضوعات کے چناؤ، جدید طرز بیان اور شعری آہنگ سے جو پیکر تخلیق کیے ہیں وہ امیجری کے فن کے وقار اور اعتبار میں اضافہ کا سبب بنے ہیں اور ضیاء جالندھری اسلوب گر شعراء کی صف میں ممتاز مقام کے حامل نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد نعیم بزمی، "امیجری، (مبادیات ومباحث) محبوب پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۱
۲۔ ڈاکٹر نوازش علی، "مجید امجد تحقیقی وتنقیدی مطالعہ" اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۵۳۳، ۵۳۲
۳۔ ضیاء جالندھری، کلیات۔ "سر شام سے پس حرف تک" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۳۰

۴۔ ایضاً، ص ۶۷

۵۔ ایضاً، ص ۱۰۶

۶۔ ایضاً، ص ۱۱۴

۷۔ ایضاً، ص ۱۲۹،۱۲۸

۸۔ ایضاً، ص ۲۷۱

۹۔ شہناز رضوی، "ضیاء جالندھری، بحیثیت جدید نظم گو"، تحقیقی مقالہ، ایم اے اردو، مملوکہ، جامعہ پنجاب اورئینٹل کالج، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۱

۱۰۔ ضیاء جالندھری، کلیات، "سر شام سے پس حرف تک" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۳۲۵

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۸۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۸۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۴۶

۱۴۔ ڈاکٹر محسن عباس، "وزیر آغا کی نظم گوئی" مثال پبلی کیشنز، فیصل آباد، ۲۰۱۴ء، ص ۳۶۲

۱۵۔ ضیاء جالندھری، کلیات، "سر شام سے پس حرف تک"، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۳۸۸